۲۹

چندہ کی باقاعدہ ادائیگی کے متعلق آخری انتباہ

(فرمودہ ۱۰- نومبر ۱۹۳۴ء)

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

مَیں سردرد اور گلے کی تکلیف کی وجہ سے اونچا نہیں بول سکتا اور نہ ہی زیادہ بول سکتا ہوں- لیکن مَیں اس بات کے متعلق اختصاراً جماعت کو توجہ دلاتا ہوں کہ اس سال بجٹ کے موقع پر سب کمیٹی کی سفارش تھی اور اس پر مجلس شوریٰ کی بھی سفارش تھی کہ بجٹ پورا نہ ہو تو چندہ خاص لگایا جائے- لیکن مَیں نے فیصلہ کیا تھا کہ پہلے چندہ کی وصولی کے متعلق پوری کوشش کی جائے جو اب تک نہیں ہوتی رہی- اگر اس کے بعد بھی بجٹ پورا نہ ہو اور نہ ہی قرضہ کی ادائیگی کی کوئی اور صورت نظر آئے تو پھر چندہ خاص لگایا جائے گا-

تشخیص سے معلوم ہوا کہ ہماری آمد کا بجٹ بہت ہی کم تجویز کیا جاتا رہا ہے- اور درحقیقت اس سے بہت زیادہ آمدنی ہونی چاہیئے تھی- بہت سے نادہندہ اور کمزور لوگ چندہ کی ادائیگی میں سُستی کرتے اور جماعتیں بھی اپنے بجٹ کو پورا کرنے کیلئے کہ انہوں نے تمام رقوم ادا کردی ہیں ایسے نادہندوں کو چندہ کی فہرست سے خارج کردیتیں جس کی وجہ سے وہ اور سُست ہوجاتے- اور اگر کبھی وقتی جوش کے ماتحت وہ چندہ دے بھی دیتے اور اس طرح ایک جماعت کے چندہ میں اضافہ ہوجاتا تو وہ جماعت مستقل نیک نامی حاصل کرلیتی- اور اس کے متعلق خیال کیا جاتا کہ اس کا چندہ بہت بڑھ گیا ہے- یا بعض دفعہ کوئی چُست آدمی بھی اس وجہ سے سُست ہوجاتا کہ بجٹ تو پورا ہو ہی چکا ہے' اب مزید چندہ دینے کی کیا ضرورت

ہے۔ ان نقائص کو دور کرانے کیلئے مَیں نے تشخیص کرائی اور معلوم ہوا پچاس فیصدی سے بھی زیادہ لوگ ایسے ہیں جو صحیح طور پر باقاعدگی کے رنگ میں چندہ نہیں دیتے۔ تشخیص کے نتیجہ میں بعض جماعتوں کا سَوا یا اور بعض کا ڈیوڑھا اور بعض کا دُگنا چندہ ہوگیا۔ اور مجموعی طور پر جماعت کے چندہ میں پچاس فیصدی کے قریب اضافہ ہوا۔ گزشتہ سال کی پہلی ششماہی کے خاتمہ پر جماعت پر چالیس ہزار روپے قرض تھا۔ مگر اس سال پہلی ششماہی پر کوئی قرض نہیں نکلا۔ مگر جہاں یہ خوشی کی بات ہے کہ جماعت نے پچھلے چھ ماہ میں چندوں کی ادائیگی پر پورا زور لگایا اور گو پورا تو پھر بھی نہیں کہا جاسکتا۔ ہاں یہ ضرور کہنا پڑتا ہے کہ پہلے سے زیادہ زور لگایا۔ اور باوجود بجٹ میں زیادتی ہونے کے خرچ کا بجٹ گزشتہ سال کے مقابلہ میں بڑھا نہیں۔ اور قرضہ میں بھی زیادتی نہیں ہوئی۔ یا حسابی رنگ میں ایسی نمایاں زیادتی نہیں ہوئی جسے بیان کیا جاسکے۔ وہاں پچھلے سال کا ستر اکہتر ہزار روپیہ کا قرض ابھی تک ادا نہیں ہوا۔ گو چھ مہینہ میں بجائے بڑھنے کے قرض اپنی جگہ ٹھہرا رہا مگر قرض کا اپنی جگہ پر قائم رہنا بھی کوئی خوشی کی بات نہیں۔ کب تک ستر اکہتر ہزار کا قرض چلا جائے گا۔ اسے بہرحال ادا کرنا ہے۔ مگر اس سے بھی زیادہ خطرناک بات یہ ہے کہ پچھلے ماہ سے ادائیگی چندہ کے متعلق جماعت کی توجہ میں کمی آگئی ہے۔ اور بعض ہفتوں میں تو اتنی کمی ہوئی ہے کہ حیرت ہوجاتی ہے۔ پچھلے سال انہیں دنوں جماعت کے چندہ کی ہفتہ وار چارہزار آمد تھی مگر اس سال دو ہزار سے کچھ ہی اوپر ہے۔ جس کے معنے یہ ہیں کہ جس طرح بَرے بیل کو اس کی عادت ہوجاتی ہے کہ کوئی اسے کچھ کہہ دے اور لٹھ لے کر اس کے پیچھے لگا رہے' تب وہ چلے۔ اسی طرح ہماری جماعت کو بھی اس بات کی عادت ہوگئی ہے کہ اسے جگایا اور بیدار کیا جائے۔ ہلایا اور جھنجوڑا جائے۔ اگر اسے بیدار نہ کیا جائے تو وہ نہیں اُٹھتی۔ لیکن اس طرح کام کرنے والوں کو کوئی ثواب نہیں ملے گا۔ اور قیامت کے دن وہ اپنے نامہ اعمال کو خالی دیکھیں گے۔ اور انہیں معلوم ہوگا کہ ان کی تمام نیکیاں یا تو ناظر بیت المال کے نام لکھی ہوئی ہوں گی یا محصّلین کے نام اور یا میرے نام لکھی ہوئی ہوں گی۔ کیونکہ جو زور دے کر دوسروں کو چلاتے ہیں ثواب انہیں کو ملے گا۔ باقی کام کرنے والوں کو اُسی وقت ثواب مل سکتا ہے جب وہ بغیر کسی کے کہے خود بخود کام کرتے چلے جائیں۔ لیکن اگر کوئی اور شخص ان سے کام کراتا ہے تو پھر یہ ان کیلئے ثواب کا موجب نہیں بلکہ کہنے والے کو اس کا ثواب ملے گا۔ اور جبکہ دنیا میں اس خیال سے مطمئن بیٹھے ہوئے

ہوں گے کہ وہ نیکیاں کمارہے ہیں- اگلے جہاں میں وہ نیکیاں ان کے نام نہیں لکھی ہوں گی اور یہ ایک نہایت ہی تکلیف دہ اور قابلِ افسوس بات ہے-

مَیں نے متواتر جماعت کو توجہ دلائی ہے کہ مومن کا فرض یہ ہے کہ وہ استقلال اور توجہ سے کام کرتا چلا جائے- یہ کوئی اچھا طریق نہیں کہ کچھ دن کام کیا اور پھر سوگئے- رسول کریم ﷺ سے ایک دفعہ لوگوں نے پوچھا- یارسول اللہؐ ! سب سے اچھا کام کون سا ہے- آپؐ نے فرمایا سب سے اچھا کام وہ ہے جس پر دوام اختیار کیا جائے۔لہ- ایک نیکی چاہے چھوٹی ہو مگر اس پر دوام رکھا جائے تو وہ اس بڑی نیکی سے افضل ہے جسے ایک دفعہ کرکے انسان پھر ترک کردے- پس یہ کوئی مفید طریق نہیں کہ چند دن اپنے کاموں سے ایک شور سا پیدا کردو اور پھر ہمیشہ کیلئے خاموش بیٹھ جاؤ- اور چند افراد میں یہ نقص ہو تو پھر تو کسی حد تک اسے برداشت بھی کیا جاسکتا ہے- لیکن اگر اکثروں میں بلکہ جماعت کے کارکنوں تک میں یہ نقص پایا جاتا ہو تو کتنی افسوناک بات ہوگی- مَیں نے دیکھا ہے بعض دفعہ نہایت معمولی معمولی نقصان کی وجہ سے بعض افراد اپنے فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی کردیتے ہیں- ابھی ایک بڑی جماعت کے سیکرٹری کا مجھے خط ملا ہے- اس جماعت کے ڈیڑھ دو سَو افراد ہیں- وہ لکھتا ہے کہ چونکہ جماعت کے دوست شہر کے دور دور حصوں میں رہتے ہیں اس لئے چندہ کی وصولی کیلئے میرا سب کے پاس جانا مشکل ہوتا ہے اور اس وجہ سے چندہ وصول نہیں ہوتا- کوئی اس سے پوچھے کہ اگر تمہارے لئے چندہ کا وصول کرنا مشکل ہے تو پھر تم نے یہ ذمہ داری لی ہی کیوں کہ تم چندہ وصول کیا کرو گے؟ اور اگر تمہارا حوصلہ اتنا ہی گرا ہوا تھا کہ مہینہ میں ایک دفعہ بھی تم دوستوں کے پاس نہیں جاسکتے تھے تو پھر تمہیں یہ عہدہ لینے اور سیکرٹری مال کہلانے کی کیا ضرورت تھی- پھر اگر تم نے محض ثواب کی نیت سے یہ عہدہ لیا تھا اور اتنی ہمت نہیں تھی کہ لوگوں کے پاس پہنچتے تو یوں بھی کرسکتے تھے کہ مختلف محلوں میں اپنے نائب مقرر کر دیتے- اور اگر نائب بھی خود مقرر نہیں کرسکتے تھے تو اپنے امیریا انجمن کے پریذیڈنٹ سے کہتے کہ مَیں سب جگہ نہیں پھر سکتا، میرے لئے نائب چاہئیں- مگر اس نے صرف عہدہ لے لیا اور سمجھ لیا کہ اب مجھے ثواب مل جائے گا- کیونکہ مَیں نے اتنی ذلّت جو برداشت کرلی کہ جماعت احمدیہ کا سیکرٹری کہلانا شروع کردیا- اس کے بعد آنکھیں بند کرکے بیٹھ گیا اور سمجھ لیا کہ دنیا کا سارا ثواب کھچ کھچا کر اس کے نامۂ اعمال میں درج ہونا شروع ہوجائے گا- مَیں نے

بجٹ کے موقع پر جو تقریر کی تھی اس میں کہا تھا کہ جو لوگ کام نہیں کرسکتے' انہیں چاہیئے کہ وہ بجائے روک بننے کے ہمارے راستہ سے ہٹ جائیں۔ جیسا کہ گھوڑدوڑ میں اگر ایک کنکر بھی راستہ میں پڑا ہوا ہو تو وہ دَوڑ میں روک بن سکتا ہے۔ اور اس کی وجہ سے پہلی سی تیزی قائم نہیں رہ سکتی۔ اسی طرح روحانی جماعتوں میں بھی جبکہ سمجھدار اور اخلاص رکھنے والے دَوڑ میں شامل ہوتے ہیں بعض لوگ درمیان میں روک بن کر آکھڑے ہوتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جماعت میں وہ تیزی نہیں رہتی جو رہنی چاہیئے۔ اس لئے میں نے کہا تھا کہ ایسے لوگوں کو چاہیئے کہ وہ علیحدہ ہوجائیں اور صاف صاف کہہ دیں کہ جب ہماری مرضی ہوگی کام کریں گے اور جب نہیں ہوگی نہیں کریں گے۔ اگر ایسے لوگ ہمارا ساتھ نہیں دینا چاہتے تو چھوڑ دیں۔ اب بھی مَیں یہی کہتا ہوں کہ ایسے لوگوں کو علیحدہ ہوجانا چاہیئے۔ خوامخواہ جھوٹی تعداد بڑھانے کا فائدہ کیا ہے؟ ایک زمانہ تھا جب ساری دنیا میں اتنے احمدی بھی نہیں تھے جتنے آج جمعہ میں بیٹھے ہیں مگر اُس وقت بھی کام ہورہا تھا۔ اُس وقت بھی سلسلہ کی طرف لوگ متوجہ ہوتے تھے۔ اور اُس وقت بھی یورپ اور امریکہ میں احمدیت کا نام پھیلا ہوا تھا۔ اور خواہ لوگوں کی کثرت نہ تھی اور تھوڑے سے لوگ احمدیت میں شامل تھے مگر وہ چند آدمی بھی دنیا میں شور مچارہے تھے۔ اور خداتعالیٰ انہی کی آواز کو دنیا میں پھیلارہا تھا۔ کیونکہ جہاں انسانی کوششوں میں کمی ہو وہاں خداتعالیٰ کا فضل اس کمی کو پورا کردیتا ہے۔ مَیں نے یہ بھی کہا تھا کہ جماعت کو اس طرف فوری توجہ کرنی چاہیئے۔ ورنہ مجھے کوئی ایسا قدم اُٹھانا پڑے گا جو سزا کی قسم کا ہوگا۔

سب سے زیادہ افسوس کی بات یہ ہے کہ قادیان کی جماعت میں بھی بیداری نہیں۔ عام طور پر یہ شکایت پائی جاتی ہے کہ یہاں کے لوگوں کے پاس جب چندہ وصول کرنے والے پہنچتے ہیں تو وہ کئی قسم کے عُذر اور حیلے بہانے کرنے لگ جاتے ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ یہاں کے لوگ بھی حقیقی طور پر خدمتِ دین کا بوجھ اُٹھانے کیلئے تیار نہیں۔ یہ تو نہیں کہ سب ایسے ہوں۔ سینکڑوں ایسے ہیں جو عام چندوں کی ادائیگی کے باوجود ہر طرح دینی خدمات میں حصہ لیتے ہیں۔ اور درحقیقت وہی لوگ سلسلہ کے عمود اور ستون ہیں۔ اور انہی کو سلسلہ کا سچا خادم کہا جاسکتا ہے۔ مگر جو ایسے نہیں ان کے متعلق مجھے یہ کہنے کی ضرورت پیش آئی ہے کہ وہ قادیان میں رہ کر دوسروں کیلئے زیادہ اعلیٰ نمونہ بننے کی کوشش کریں۔ جن دینی قربانیوں کا ہم

سے مطالبہ کیا جاتا ہے وہ پہلے لوگوں کی قربانیوں سے بہت کم ہیں۔ پھر مَیں نہیں سمجھ سکتا کہ وہ جماعت جسے آخری جماعت قرار دیا گیا ہو جس نے ایک نبی کے ہاتھ پر بیعت کی ہو' اس کے افراد اور خصوصیت سے وہ لوگ جو مرکز میں رہتے ہوں مالی قربانیوں میں سُستی دکھائیں۔ مرکز میں رہنے کا مَیں نے اس لئے ذکر کیا ہے کہ یہاں رہنے سے انسان پر نسبتاً زیادہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ ورنہ ہر شخص جو اس جماعت میں داخل ہے خواہ وہ مرکز میں رہتا ہو یا باہر کوئی وجہ نہیں کہ وہ سستی دکھائے۔ پس ایک دفعہ مَیں پھر جماعت کو بیدار کردیتا ہوں اور گو میرا یہ بیدار کرنا چنداں مفید نہیں۔ کیونکہ اس طرح ثواب بیدار کرنے والے کو ہی ملتا ہے۔ مگر اس لحاظ سے کہ شاید یہ آخری انتباہ مؤثر ہو مَیں اعلان کرتا ہوں کہ ناظر بیت المال نے چندہ کی ادائیگی کیلئے ایک میعاد مقرر کردی ہے۔ اور گو مَیں نے انہیں کہا تھا کہ تین ماہ کے ختم ہونے پر میرے پاس رپورٹ کریں کہ کن کن جماعتوں نے چندہ نہیں دیا مگر اس وقت انہوں نے کہہ دیا کہ رپورٹ تیار تھی صرف پیش نہیں ہوسکی۔ اور اب چھٹے مہینے کے خاتمہ پر بھی انہوں نے یہی کہا ہے کہ رپورٹ تو تیار ہے مگر پیش نہیں ہوسکی۔ لیکن مَیں سمجھتا ہوں یہ محض ان کا وہم ہے۔ میرے نزدیک رپورٹ مکمل طور پر نہ پہلے تیار تھی اور نہ اب تیار ہے۔ لیکن بہرحال انہوں نے چندہ کی ادائیگی کیلئے ایک میعاد مقرر کردی ہے۔ اس میعاد میں بھی جو لوگ یا جماعتیں چندہ نہیں دیں گی میعاد کے خاتمہ پر ان جماعتوں کے نام میرے سامنے پیش کئے جائیں گے۔ اور مَیں اعلان کرتا ہوں کہ جو جماعتیں نادہندہ ثابت ہوں گی' مالی سیکرٹریوں کو فوراً تین ماہ تک کیلئے معطّل کردیا جائے گا۔ اس تین ماہ کے عرصہ میں لوگوں سے چندہ وصول کرنا نئے سیکرٹریوں کا کام ہوگا۔ لیکن گزشتہ بقایا کو وصول کرنا ان معطّل شدہ سیکرٹریوں کے ذمہ ہوگا۔ اگر وہ تین ماہ میں اس کام کو مرکز کی تسلی کے مطابق کردیں گے تو انہیں ان کے عہدہ پر بحال کردیا جائے گا ورنہ ایک سال تک انہیں اس عہدہ سے معطّل رکھا جائے گا۔ اور اس ایک سال کے عرصہ میں کسی جماعت میں انہیں کوئی عہدہ نہ دیا جائے گا۔

مَیں سمجھتا ہوں کئی منافق قادیان کے بھی اور باہر کے بھی ایسے ہوں گے جو کہہ دیں گے چلو چھٹّی ہوئی' ہم کام کرنے سے بچ گئے۔ لیکن میرے وہ مخاطب نہیں بلکہ ایسے لوگ ہیں جو اپنے پہلو مین سلسلہ کا درد رکھتے ہیں۔ اور منافقوں کے متعلق تو مَیں خود چاہتا ہوں کہ انہیں جس قدر جلد ممکن ہو جماعت سے الگ کردیا جائے میری زبردست خواہش ہے کہ مجھے

کوئی بہانہ مل جائے جس سے مَیں انہیں الگ کرنے میں کامیاب ہوں- اور مَیں ہمیشہ بہانہ ڈھونڈتا رہا ہوں کہ مجھے ان پر شرعی طور پر گرفت کرنے کا کوئی موقع مل جائے اور مَیں انہیں جماعت سے خارج کردوں- میرا پہلے بھی یہ رویہ تھا کہ ایسے لوگوں کو اصلاح کا موقع دیتا اور جب بھی مجھے کوئی ذرا بہانہ مل جاتا انہیں معاف کردیتا- مگر ایک سال سے بلکہ اسی سال کے شروع سے مَیں سمجھ رہا ہوں کہ ایسے لوگ جماعت پر بار اور اس کی کمزوری کا موجب ہورہے ہیں- اور ایسے لوگوں کو جماعت سے نکال دینا ان کی موجودگی سے زیادہ بہتر ہے- پس اس قسم کے منافق آدمی اگر ایسے خیالات کا اظہار کریں گے تو ان کے اس قسم کے اقوال میری مدد کرنے اور میرا ہاتھ بٹانے والے ہوں گے- اور مَیں جو انہیں جماعت سے نکالنے کا موقع تلاش کرتا رہتا ہوں میرے لئے اپنے ارادہ کو عملی جامہ پہنانے میں کامیابی ہوگی- لیکن مَیں انہیں نکالوں یا نہ اللہ تعالیٰ کے حضور وہ جماعت سے خارج ہی ہوں گے- ایسے لوگ دراصل سب سے زیادہ بدقسمت ہوتے ہیں اور ایسے ہی لوگوں پر یہ شعر بالکل چسپاں ہوتا ہے کہ؂

نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

وہ دنیا سے قطع تعلق کرکے ایک ایسی جماعت میں شامل ہوتے ہیں جو لوگوں میں بدنام ہے- اور پھر یہاں آکر بھی وہ اپنی منافقت کی وجہ سے خداتعالیٰ کا قُرب حاصل کرنے سے محروم رہتے ہیں- اس طرح وہ نہ دنیا کے رہتے ہیں نہ دین کے- پس سب سے بدتر حالت منافقین کی ہوتی ہے- اس لئے اللہ تعالیٰ نے منافقین کے متعلق فرمایا ہے کہ- فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ[۲] - وہ دوزخ کے نچلے حصہ میں ہوں گے- بظاہر کافر سب سے زیادہ نقصان رساں نظر آتا ہے- لیکن حقیقت یہ ہے کہ منافق اس سے بھی زیادہ ایذاء رساں ہوتا ہے- اسی لئے اسے سزا بھی زیادہ دی گئی ہے- کافر باہر سے حملہ کرتا ہے مگر منافق اندر رہ کر اور جماعت میں شامل ہوکر نقصان پہنچانے کے درپے ہوتا ہے- اور باہر اگر پاخانہ کے ڈھیر پڑے ہوئے ہوں تو وہ اتنی تکلیف نہیں دیتے جتنی ایک پیپ سے بھری چھوٹی سی پُھنسی انسان کو تکلیف دیتی ہے- باقی منافقین کے خیالات کی نہ مَیں پرواہ کرتا ہوں اور نہ سلسلہ کی ترقی میں وہ کوئی خاص روک بن سکتے ہیں- کیونکہ منافق علیحدہ ہوکر اتنا نقصان نہیں پہنچاسکتا جتنا اندر رہ کر نقصان پہنچایا کرتا ہے- ایسا منافق جو بات بات پر نکتہ چینی کرنے والا اور قربانی و ایثار کی خواہش اپنے اندر رکھنے والا نہ ہو وہ خدا کی درگاہ سے راندہ ہوا ہوتا ہے- اور راندہ ہوا اتنا نقصان نہیں پہنچاتا جتنا

نقصان وہ منافق پہنچاتا ہے جو ایمان تو لے آتا ہے مگر پھر گرتا چلا جاتا ہے۔

پس منافق ایک نہایت ہی بدبودار چیز ہے اتنی بدبودار کہ اللہ تعالیٰ دوزخیوں کو بھی اس کی تکلیف سے بچانے کیلئے اُسے سب سے نیچے طبقہ میں رکھا ہے۔ لیکن مؤمنوں کی ترقی میں وہ روک نہیں ہوسکتے۔ ترقی میں روک عملی منافق ہوتا ہے۔ جس کے دل میں تو ایمان ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ مَیں ان کے ساتھ چلوں اور دوڑوں مگر گر پڑتا ہے اور روک بن جاتا ہے۔ جیسے بچے جب والدین کے ساتھ چلتے ہیں تو گر پڑتے ہیں اور انہیں اُٹھانا پڑتا ہے۔ پس ایسے لوگوں کیلئے جن کے دلوں میں تو ایمان ہے مگر دوڑ میں وہ ساتھ نہیں رہ سکتے' یہ سزا جو مَیں نے تجویز کی ہے بہت بڑی سزا ہے۔ اور جب انہیں معلوم ہوگا کہ انہیں سلسلہ کی خدمت سے محروم کردیا گیا ہے تو وہ اپنی اصلاح کی طرف متوجہ ہوں گے۔ رسول کریم ﷺ نے ایک دفعہ بعض لوگوں کو یہ سزا دی کہ ان سے کلام نہ کیا جائے۔ جنہیں یہ سزا دی گئی اُن میں سے ایک ؎ کا یہ حال تھا کہ اس دوران میں ایک بادشاہ نے اسے لکھا کہ مَیں نے سنا ہے تمہارے آقا محمد (ﷺ) نے تمہارے ساتھ بدسلوکی کی ہے۔ تم ہمارے پاس چلے آؤ۔ وہ کہتے ہیں میں اُن دنوں اتنا دِق تھا اتنا دِق تھا کہ میں سمجھتا تھا کہ دنیا میں میرا کہیں ٹھکانہ نہیں۔ اسی دوران میں ایک دن مَیں اپنے چچازاد بھائی کے پاس گیا۔ وہ اس وقت باغ میں تھا۔ میرے اس سے بہت گہرے تعلقات تھے۔ مَیں نے اس سے کہا باقی لوگ تو شاید میرا حال نہیں جانتے مگر اے بھائی! تُو تو جانتا ہے کہ مَیں منافق نہیں ہوں۔ اور مجھ سے جو غلطی ہوئی یہ صرف ایک غفلت تھی۔ وہ کہتے ہیں میرا خیال تھا کہ میرا بھائی مجھ سے اتفاق کرے گا۔ لیکن اُس نے میری طرف منہ بھی نہ کیا اور آسمان کی طرف منہ کرکے کہنے لگا۔ خدا اور اس کا رسولؐ بہتر جانتا ہے۔ کہتے ہیں اِس جواب سے مجھے اتنی تکلیف ہوئی کہ مَیں نے یقین کرلیا میرے لئے دنیا میں اب کہیں سُکھ اور آرام کی جگہ نہیں۔ ایسی حالت میں مَیں آرہا تھا کہ خط ملا۔ ایسے نازک موقع پر کمزور تو الگ رہا اچھا سمجھدار آدمی بھی بعض اوقات پھسل جاتا ہے۔ لیکن انہوں نے اس امر کی پرواہ نہ کی اور دل میں کہا یہ شیطان کی آخری آزمائش ہے انہوں نے سفیر سے خط لے لیا اور ایک بھٹی جل رہی تھی اس میں ڈال کر کہا یہ اس خط کا جواب ہے۔ ان لوگوں کیلئے رسول کریم ﷺ سے کلام کرنا کتنی قیمتی چیز تھی۔ اس کا بھی وہ آپ ہی ذکر کرتے ہیں۔ کہتے ہیں مَیں رسول کریم ﷺ کی مجلس میں جاتا اور آپؐ کو اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہتا۔ پھر

آپؐ کے لبوں کو دیکھتا کہ آیا وہ جواب دینے کیلئے ہلتے ہیں یا نہیں- اور جب ہلتے نظر نہ آتے تو مَیں باہر چلا جاتا- اور خیال کرتا کہ رسول کریم ﷺ نے شاید میری آواز نہیں سنی- باہر سے پھر مجلس میں آکر اَلسَّلاَمُ عَلَیْکُمْ کہتا- اور پھر رسول کریم ﷺ کے ہونٹوں کو دیکھتا کہ وہ جواب کیلئے حرکت میں آئے ہیں یا نہیں- اور جب مَیں انہیں ہلتے نہ دیکھتا تو پھر خیال کرتا کہ شاید رسول کریم ﷺ نے میری آواز نہیں سنی- اور پھر مجلس سے باہر چلا جاتا اور پھر آکر سلام کہتا- گویا بالکل دیوانگی کی حالت تھی ؎ -

غرض جو لوگ عملی منافق نہیں یعنی ان کے دل میں تو ایمان ہے لیکن اپنی سُستیوں اور غفلتوں کی وجہ سے ان کے قلب پر زنگ لگنا شروع ہوگیا ہے' اُن کیلئے تو یہ سزا بیداری کا موجب ہوگی- اور جو حقیقی منافق ہیں' ان کا اس ذریعہ سے علم ہوجائے گا- پھر اگر ایسے لوگ جماعت سے الگ بھی ہوجائیں تو خواہ دس ہزار کیوں نہ ہوں' ان کی علیحدگی کی وجہ سے جماعت میں اتنی کمی بھی نہیں آسکتی جتنی مچھر کے ایک پر کے ٹوٹنے سے دنیا میں آتی ہے- اور ایسے آدمی جب نکلتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ ان کے بدلے میں اور لوگ سلسلہ میں داخل کرتا ہے جو مخلص ہوتے ہیں- پس مَیں قادیان کی جماعت کو خصوصاً اور باہر کی جماعتوں کو عموماً تنبیہہ کرتا ہوں کہ اس عادت کو چھوڑ دیں کہ چند دن کام کیا اور پھر سُست ہوکر بیٹھ گئے- ابھی تم نے فتوحات ہی کون سی حاصل کی ہیں کہ تم آرام سے بیٹھ جانے کی فکر میں ہو- تمہارے بیٹھ جانے پر وہی مثال صادق آتی ہے کہ کسی گیدڑی کے بچہ پیدا ہوا تو اس دن بارش کی چند بوندیں گریں- وہ اپنی ماں سے کہنے لگا- ماں! ماں! مَیں جب سے دنیا میں آیا ہوں اتنی زور کی بارش کبھی نہیں ہوئی- وہ کہنے لگی بچہ تجھے دنیا میں آئے ابھی کتنی دیر ہوئی ہے- ہماری جماعت کو قائم ہوئے ابھی قلیل عرصہ ہوا ہے پھر قلیل فتوحات ہیں- دنیا میں فتوحات کا تو کیا ذکر ابھی اپنے نفوس پر فتوحات حاصل کرنا باقی ہے- اور ایسا رنگ اپنے اندر پیدا کرنا ہے کہ دشمن بھی کہہ اُٹھے کہ فلاں شخص احمدی معلوم ہوتا ہے- ان حالات میں ہمارے لئے یہ کب جائز ہے کہ ہم آرام سے بیٹھ رہیں- جب آرام کرنے کا وقت آئے گا تو دیکھا جائے گا- اور دیکھا کیا جائے گا اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ جب کوئی قوم آرام کرنے کیلئے بیٹھی ہے تو پھر بیٹھ ہی جاتی ہے- حضرت موسیٰؑ کی قوم کو کس نے بٹھایا- جب انہیں ترقی مل گئی تو انہوں نے کہا آؤ اب ہم آرام کریں- خدا تعالیٰ نے کہا ہم تو کام کرنے والے ہیں- تم آرام کرنا چاہتے ہو تو

آرام کرو۔ ہم کسی اور قوم کو کھڑا کردیتے ہیں۔ تب اُس نے مسیحؑ کی قوم کو چُنا۔ اور مسیحؑ کی قوم نے کام کیا' کام کیا اور کام کیا یہاں تک کہ جب اسے بھی ترقیات مل گئیں تو اس نے بھی کہا آؤ ہم آرام کریں۔ خداتعالیٰ نے اسے بھی چھوڑ دیا۔ اور اس نے محمد ﷺ کے ذریعہ مسلمانوں کو اپنے دین کی خدمت کیلئے چنا۔ جب مسلمان ترقی کرگئے تو انہوں نے بھی کہا آؤ ہم آرام کریں۔ خداتعالیٰ کی سنت کے ماتحت مسلمانوں کی ترقیات بھی معدوم ہوگئیں۔ اور اس نے عیسائیوں کے ذریعہ مسلمانوں کو خوب ریلا اور پیلا۔ مگرچونکہ رسول کریم ﷺ سے وعدہ تھا کہ مسلمانوں کو دوبارہ زندگی عطا کی جائے گی۔ اس لئے اس نے آپ کے خلفاء میں سے ایک شخص کو کھڑا کرکے اس کی جماعت کے ذریعہ دین کا کام کرانا شروع کردیا۔ پس آرام کا کوئی دن نہیں آئے گا۔ اور اگر ہماری جماعت نے بھی آرام کرنا چاہا تو جس دن ہماری جماعت بیٹھ جائے گی خدا ہماری جماعت کو چھوڑ کر کسی اور کو منتخب کرلے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کہتا ہے ہم کبھی آرام نہیں کرتے۔ مَامَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ ۵؎ ہم تو تھکتے نہیں۔ جو تھک جاتے ہیں ہم انہیں چھوڑ دیتے ہیں۔

پس وہی قوم حقیقی طور پر دنیا میں کامیابی حاصل کرسکتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی صفت مَامَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ۔ کا مظہر بنتی ہے اور اَن تھک کوششیں جاری رکھتی ہے۔ پس بیدار بنو اور اپنی سُستی اور غفلت کی عادتوں کو چھوڑ دو کہ دین کے معاملہ میں سُستی اور غفلت کبھی اچھا نتیجہ پیدا نہیں کرتی۔

(الفضل ۱۹۔ نومبر ۱۹۳۳ء)

۱؎ بخاری کتاب الایمان باب احب الدین الی اللّٰہ ادومہٗ

۲؎ النسآء:۱۴۶

۳؎۴؎ حضرت کعب بن مالکؓ بخاری کتاب المغازی باب حدیث کعب بن مالکؓ

۵؎ قٓ:۳۹